



ز

(17)

# نوح

نام | اس سورۃ کا نام بھی ہے اور اس کے مضمون کا عنوان بھی، کیونکہ اس میں از اول تا آخر حضرت نوح علیہ السلام ہی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

زمانہ نزول | یہ بھی مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے، مگر اس کے مضمون کی داخلی شہادت اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ یہ اُس زمانے میں نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے مقابلہ میں کفار مکہ کی مخالفت اچھی خاصی شدت اختیار کر چکی تھی۔

موضوع اور مضمون | اس میں حضرت نوح کا قصہ محض قصہ گوئی کی خاطر بیان نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس سے مقصود کفار مکہ کو متنبہ کرنا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی روئے اختیار کر رہے ہو جو حضرت نوح کے ساتھ ان کی قوم نے اختیار کیا تھا، اور اس رویتے سے اگر تم باز آئے تو تمہیں بھی وہی انجام دیکھنا پڑے گا جو ان لوگوں نے دیکھا۔ یہ بات پوری سورۃ میں کبھی نہ الفاظ میں نہیں کہی گئی ہے، لیکن جس موقع پر اور جن حالات میں یہ قصہ اہل مکہ کو سنایا گیا ہے اُس میں منظر میں خود بخود یہ مضمون اس سے مترشح ہوتا ہے۔

پہلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نوح کو جب اللہ تعالیٰ نے رسالت کے منصب پر مامور فرمایا تھا اُس وقت کیا خدمت اُن کے سپرد کی گئی تھی۔

آیات ۲-۴ میں مختصراً یہ بتایا گیا ہے کہ اُنہوں نے اپنی دعوت کا آغاز کس طرح کیا اور اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے کیا بات پیش کی۔

پھر نہانے دراز تک دعوت و تبلیغ کی زحمات اٹھانے کے بعد جو رُوداد حضرت نوح نے اپنے رب کے حضور پیش کی وہ آیات ۵-۲۰ میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں وہ عرض کرتے ہیں کہ کس کس طرح انہوں نے اپنی قوم کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کیں اور قوم نے ان کا مقابلہ کس ہٹ دھرمی سے کیا۔

اس کے بعد حضرت نوح کی آخری گزارش آیات ۲۱-۲۴ میں درج کی گئی ہے جس میں وہ اپنے رب سے عرض کرتے ہیں کہ یہ قوم میری بات قطعی طور پر رد کر چکی ہے، اس نے اپنی تکبیل

اپنے ربیسوں کے ہاتھ میں دے دی ہے، اور انہوں نے بہت بڑا مکر کا جال پھیلا رکھا ہے، اب وقت آگیا ہے کہ ان لوگوں سے ہدایت کی توفیق سلب کر لی جائے۔ یہ حضرت نوح کی طرف سے کسی بے صبری کا مظاہرہ نہ تھا بلکہ صدیوں تک انتہائی صبر آرزو یا حالات میں تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے بعد جب وہ اپنی قوم سے پوری طرح مایوس ہو گئے تو انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ اب اس قوم کے راہ راست پر آنے کا کوئی امکان باقی نہیں ہے۔ یہ رائے ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے کے مطابق تھی۔ چنانچہ اس کے متصلاً بعد آیت ۲۵ میں ارشاد ہوا ہے کہ اُس قوم پر اس کے کرتوتوں کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہو گیا۔

آخری آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی وہ دعا درج کی گئی ہے جو انہوں نے عین نزول عذاب کے وقت اپنے رب سے مانگی تھی۔ اس میں وہ اپنے لیے اور سب اہل ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اپنی قوم کے کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو زمین پر بسنے کے لیے جتنا نہ چھوڑا جائے، کیونکہ ان کے اندر اب کوئی خیر باقی نہیں رہی ہے، ان کی نسل سے جو بھی اٹھے گا کافر اور فاجر ہی اٹھے گا۔

اس سورہ کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت نوح کے قصے کی وہ تفصیلات نگاہ میں رہنی چاہیں جو اس سے پہلے قرآن مجید میں بیان ہو چکی ہیں۔ ملاحظہ ہو الاعراف، آیات ۵۹ تا ۶۴۔ یونس، آیات ۷۱ تا ۷۵۔ ہود، آیات ۲۵ تا ۲۹۔ المؤمنون، آیات ۲۲ تا ۳۱۔ الشعراء، آیات ۵۰ تا ۱۲۲۔ العنکبوت، آیات ۱۴ تا ۱۵۔ الصافات، آیات ۷۵ تا ۸۲۔ القمر، آیات ۱ تا ۱۶۔

آيَاتُهَا ۲۸ سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ زُكُورًا ۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 اِنَّا ارسلنا نوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ  
 عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۱ قَالَ يَقَوْمِ اِنِّي لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۲ اِنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ  
 وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْنَ ۳ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُوَخِّرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسْتَقَرٍّ

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (اس ہدایت کے ساتھ) کہ اپنی قوم کے لوگوں کو  
 خبردار کر دے قبل اس کے کہ ان پر ایک دردناک عذاب آئے۔

اس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو! میں تمہارے لئے ایک صاف صاف خبردار کر دینے  
 والا (یعنی غیر) ہوں۔ (تم کو آگاہ کرتا ہوں) کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت  
 کرو، اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں ایک وقت مقرر تک باقی رکھے گا۔  
 ۱ یعنی اُن کو اس بات سے آگاہ کر دے کہ جن گناہوں اور اخلاقی خرابیوں میں وہ مبتلا ہیں وہ اُن کو  
 خدا کے عذاب کا مستحق بنا دیں گی اگر وہ اُن سے باز نہ آئے، اور اُن کو بتا دے کہ اُس عذاب سے بچنے کے لیے انہیں  
 کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

۲ یہ تین باتیں تھیں جو حضرت نوح نے اپنی رسالت کا آغاز کرتے ہوئے اپنی قوم کے سامنے پیش کیں۔  
 ایک، اللہ کی بندگی۔ دوسرے، تقویٰ۔ تیسرے، رسول کی اطاعت۔ اللہ کی بندگی کا مطلب یہ تھا کہ دوسروں کی بندگی  
 و عبادت چھوڑ کر اور صرف اللہ ہی کو اپنا معبود تسلیم کر کے اُس کی پرستش کرو اور اُس کے احکام بجالاؤ۔ تقویٰ کا  
 مطلب یہ تھا کہ اُن کاموں سے پرہیز کرو جو اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کے موجب ہیں، اور اپنی زندگی میں  
 وہ روش اختیار کرو جو خدا ترس لوگوں کو اختیار کرنی چاہیے۔ رہی تیسری بات کہ "میری اطاعت کرو" تو اس کا مطلب یہ  
 تھا کہ اُن احکام کی اطاعت کرو جو اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے میں تمہیں دیتا ہوں۔

۳ اصل الفاظ ہیں يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ نَقْر سے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تمہارے گناہوں  
 میں سے بعض کو معاف کر دے گا، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر تم اُن تین باتوں کو قبول کر لو جو تمہارے سامنے  
 پیش کی جا رہی ہیں تو اب تک جو گناہ تم کر چکے ہو اُن سب سے وہ درگزر فرمائے گا۔ یہاں مِنْ تبعیض کے لیے

إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۷۱﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي  
دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿۷۲﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ﴿۷۳﴾  
وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَعْصَمُوا

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا۔ کاشش تمہیں  
اس کا علم ہوتے۔

اشش نے عرض کیا "اے میرے رب، میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا  
مگر میری پکار نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔ اور جب بھی میں نے ان کو بلایا تاکہ تو انہیں  
معاف کر دے، انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک  
نہیں بلکہ عن کے معنی میں ہے۔

۷۱ یعنی اگر تم نے یہ تین باتیں مان لیں تو تمہیں دنیا میں اُس وقت تک جینے کی مہلت دے دی جائے گی  
جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبعی موت کے لیے مقرر کیا ہے۔

۷۲ اس دوسرے وقت سے مراد وہ وقت ہے جو اللہ نے کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے  
مقرر کر دیا ہو۔ اس کے متعلق متعدد مقامات پر قرآن مجید میں یہ بات بصراحت بیان کی گئی ہے کہ جب کسی قوم  
کے حق میں نزول عذاب کا فیصلہ صادر ہو جاتا ہے اُس کے بعد وہ ایمان بھی لے آئے تو اسے معاف نہیں  
کیا جاتا۔

۷۳ یعنی اگر تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ میرے ذریعہ سے اللہ کا پیغام پہنچ جانے کے بعد  
اب جو وقت گزر رہا ہے یہ دراصل ایک مہلت ہے جو تمہیں ایمان لانے کے لیے دی جا رہی ہے، اور اس مہلت  
کی مدت ختم ہو جانے کے بعد پھر خدا کے عذاب سے بچنے کا کوئی امکان نہیں ہے، تو تم ایمان لانے میں جلدی کرو گے  
اور نزول عذاب کا وقت آنے تک اس کو ٹالتے نہ چلے جاؤ گے۔

۷۴ بیچ میں ایک طویل زمانے کی تاریخ چھوڑ کر اب حضرت لوط علیہ السلام کی وہ عرضداشت نقل کی جا  
رہی ہے جو انہوں نے اپنی رسالت کے آخری دور میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی۔

۷۵ یعنی جتنا جتنا میں ان کو پکارتا گیا اتنے ہی زیادہ وہ دُور جاتے چلے گئے۔

۷۶ اس میں خود بخود یہ مضمون شامل ہے کہ وہ نافرمانی کی روش چھوڑ کر معافی کے طلب گار ہوں، کیونکہ



يٰۤاَيُّهَا بَنُوۤا۟صْرُ وَاۡسْتَكْبِرُوۤا۟ سَتَكْبَرُوۤا ۙ ۱۰ ثُمَّ اِنۡيۡ دَعَوْتُهُمْ جَهَارًا ۙ ۱۱  
 ثُمَّ اِنۡيۡ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اَسْرَارًا ۙ ۱۲ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوۤا  
 رَبَّكُمۡ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ ۱۳ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدْرَارًا ۙ ۱۴ تَوۡمِئۡدِكُمۡ  
 بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيۡنٍ وَيَجْعَلُ لَكُمۡ جَنَّتٍ وَيَجْعَلُ لَكُمۡ اَنْهٰرًا ۙ ۱۵ مَا لَكُمۡ

تیسے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو ہانکے پکائے دعوت دی۔ پھر میں نے  
 علانیہ بھی ان کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا  
 معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں مال اور اولاد سے نازیگا،  
 تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ  
 اسی صورت میں ان کو اللہ تعالیٰ سے معافی مل سکتی تھی۔

۱۰۔ منہ ڈھانکنے کی غرض یا تو یہ تھی کہ وہ حضرت نوح کی بات سنا تو دو کنار، آپ کی شکل بھی دیکھنا پسند  
 نہ کرتے تھے، یا پھر یہ حرکت وہ اس لیے کرتے تھے کہ آپ کے سامنے سے گزرتے ہوئے منہ چھپا کر نکل جائیں اور  
 اس کی نوبت ہی نہ آنے دیں کہ آپ انہیں پہچان کر ان سے بات کرنے لگیں۔ یہ شبیک وہی طرز عمل تھا جو کفار کو رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختیار کر رہے تھے۔ سورہ ہود آیت ۵ میں ان کے اس رویے کا ذکر اس طرح کیا گیا  
 ہے: ”دیکھو یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ رسول سے چھپ جائیں۔ خبردار! جب یہ اپنے آپ کو کیڑوں سے  
 ڈھانکتے ہیں تو اللہ ان کے کھلے کو بھی جانتا ہے اور چھپے کو بھی، وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے۔“  
 (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، جود، حواشی ۵-۶)۔

۱۱۔ تکبر سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے حق کے آگے سر جھکا دینے اور خدا کے رسول کی نصیحت قبول کر لینے  
 کو اپنی شان سے گری ہوئی بات سمجھا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بعداً آدمی کسی بگڑے ہوئے شخص کو نصیحت کرے  
 اور وہ جواب میں سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہو اور پاؤں نیچتا ہوا نکل جائے تو یہ تکبر کے ساتھ کلام نصیحت کو رد  
 کرنا ہوگا۔

۱۲۔ یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ خدا سے بغاوت کی روش صرف آخرت  
 ہی میں نہیں، دنیا میں بھی انسان کی زندگی کو تنگ کر دیتی ہے، اور اس کے برعکس اگر کوئی قوم نافرمانی کے بجائے  
 ایمان و تقویٰ اور احکام الہی کی اطاعت کا طریقہ اختیار کر لے تو یہ آخرت ہی میں نافع نہیں ہے بلکہ دنیا میں

لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝۱۳۱ الم تَرَوُا

اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟ حالانکہ اُس نے طرح طرح سے تمہیں بنایا ہے کیا دیکھتے نہیں ہو

بھی اُس پر نعمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ سورہ طہ میں ارشاد ہوا ہے ”اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے“ (آیت ۱۱۲)۔ سورہ مائدہ میں فرمایا گیا ہے ”اور اگر ان اہل کتاب نے توراہ اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہونا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں تو ان کے لیے اور میرے رزق برتنا اور نیچے سے اُبتنا“ (آیت ۶۶)۔ سورہ اعراف میں فرمایا ”اور اگر بتیسوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے“ (آیت ۹۶)۔ سورہ ہود میں ہے کہ حضرت ہود نے اپنی قوم کو خطاب کر کے فرمایا ”اور اسے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا“ (آیت ۵۲)۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بھی اسی سورہ ہود میں اہل مکہ کو مخاطب کر کے یہ بات فرمائی گئی ”اور یہ کہ اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مقرر وقت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا“ (آیت ۳)۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں سے فرمایا کہ ”ایک کلمہ ہے جس کے تم قائل ہو جاؤ تو عرب و عجم کے فرماؤ اور جو جاؤ گے“ (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرآن جلد اول، المائدہ، حاشیہ ۹۶۔ جلد دوم، ہود، حواشی ۵۰۳۔ جلد سوم، طہ، حاشیہ ۱۰۵۔ جلد چہارم، دیباچہ سورہ ص)۔

قرآن مجید کی اسی بلایت پر عمل کرنے ہوئے ایک مرتبہ قحط کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارش کی دعا کرنے کے لیے نکلے اور صرف استغفار پر اکتفا فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا، امیر المؤمنین آپ نے بارش کے لیے تو دعا کی ہی نہیں۔ فرمایا، میں نے آسمان کے اُن دروازوں کو کھٹکھٹا دیا ہے جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے، اور پھر سورہ نوح کی یہ آیات لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں (ابن جریر و ابن کثیر)۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حسن بھری کی مجلس میں ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا اللہ سے استغفار کرو۔ دوسرے شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی، تیسرے نے کہا میرے ماں اولاد نہیں ہوتی، چوتھے نے کہا میری زمین کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ ہر ایک کو وہی جواب دیتے چلے گئے کہ استغفار کرو۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ سب کو مختلف شکایتوں کا ایک ہی علاج بتا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب میں سورہ نوح کی یہ آیات سنا دیں (کشاف)۔

۳۱ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے ریشموں اور سرداروں کے بارے میں تو تم یہ سمجھتے ہو

كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۝۱۵ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝۱۶ وَاللَّهُ أَيْتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝۱۷ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝۱۸ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝۱۹ لِيَتَسَلَّكُوا مِنْهَا سُبُلًا فَجَاجًا ۝۲۰

کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بہ تہ بنائے اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا ہے اور اللہ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اگایا، پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور اس سے بیکایک تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ نے زمین کو تمہارے لیے فرش کی طرح بچھا دیا تاکہ تم اس کے اندر کھلے راستوں میں چلو۔

کہ ان کے دتار کے خلاف کوئی حرکت کرنا خطرناک ہے، مگر خداوند عالم کے متعلق تم یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ بھی کوئی باد تار ہستی ہوگا۔ اُس کے خلاف تم بغاوت کرتے ہو، اُس کی خدائی میں دوسروں کو شریک ٹھہرانے ہو، اُس کے احکام کی نافرمانیاں کرتے ہو، اور اس سے تمہیں یہ اندیشہ لاحق نہیں ہوتا کہ وہ اس کی سزا دے گا۔

۱۵ یعنی تخلیق کے مختلف مدارج اور اطوار سے گزارنا ہوا تمہیں موجودہ حالت پر لایا ہے۔ پہلے تم ماں اور باپ کی صلب میں الگ الگ نطفوں کی شکل میں تھے۔ پھر خدا کی قدرت ہی سے یہ دونوں نطفے ملے اور تمہارا استقرار حمل ہوا۔ پھر نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں بتدریج نشوونما دے کر تمہیں پوری انسانی شکل دی گئی اور تمہارے اندر تمام وہ قوتیں پیدا کی گئیں جو دنیا میں انسان کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے تمہیں درکار تھیں۔ پھر ایک زندہ بچے کی صورت میں تم بطنِ مادر سے باہر آئے اور ہر آن تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت تک ترقی دی جاتی رہی یہاں تک کہ تم جوانی اور کبورت کی عمر کو پہنچے۔ ان تمام منازل سے گزرتے ہوئے تم ہر وقت پوری طرح خدا کے بس میں تھے۔ وہ چاہتا تو تمہارا استقرار حمل ہی نہ ہونے دیتا اور تمہاری جگہ کسی اور شخص کا استقرار ہوتا۔ وہ چاہتا تو ماں کے پیٹ ہی میں تمہیں اندھا، بہرا، گونگا، یا اچا، بچ بنا دیتا یا تمہاری عقل میں کوئی فتور رکھ دیتا۔ وہ چاہتا تو تم زندہ بچے کی صورت میں پیدا ہی نہ ہوتے۔ پیدا ہونے کے بعد بھی وہ تمہیں ہر وقت بلاک کر سکتا تھا، اور اس کے ایک اشارے پر کسی وقت بھی تم کسی حادثے کے شکار ہو سکتے تھے جس خدا کے بس میں تم اس طرح بے بس ہو اُس کے متعلق تم نے یہ کیسے سمجھ رکھا ہے کہ اس کی شان میں ہر گستاخی کی جا سکتی ہے، اس کے ساتھ ہر طرح کی نمک جراحی اور احسان فراموشی کی جا سکتی ہے، اس کے خلاف ہر قسم کی بغاوت



قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَالَهُ وَوَلَدَهُ  
 إِلَّا خَسَارًا ۝۳۱ وَمَكْرُوهًا مَكْرًا كَبِيرًا ۝۳۲ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ  
 وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝۳۳ وَقَدْ

نوح نے کہا "میرے رب! انہوں نے میری بات رد کر دی اور ان رنسیوں کی پیروی کی جو مال اور  
 اولاد پاکر اور زیادہ تاثراد ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے بڑا بھاری مکہ کا جال پھیلارکھا ہے۔ انہوں نے  
 کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو، اور نہ چھوڑو وود اور سواع کو، اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو، انہوں نے

کیا جاسکتی ہے اور ان حرکتوں کا کوئی خمیازہ تمہیں بھگتنا نہیں پڑے گا۔

۱۵۵ بیان زمین کے مادوں سے انسان کی پیدائش کو نباتات کے اگنے سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح  
 کسی وقت اس گڑے پر نباتات موجود نہ تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کو اگایا، اسی طرح ایک وقت  
 تھا جب روئے زمین پر انسان کا کوئی وجود نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی پور رگائی۔

۱۵۶ مکہ سے مراد ان سرداروں اور پیشواؤں کے وہ فریب ہیں جن سے وہ اپنی قوم کے عوام کو  
 حضرت نوح کی تعلیمات کے خلاف بدکانے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ نوح تمہی جیسا ایک آدمی  
 ہے، کیسے مان لیا جائے کہ اس پر خدا کی طرف سے وحی آئی ہے (الاعراف ۶۳-۶۴)۔ نوح کی پیروی تو ہمارے  
 آراڈل نے بے سوچے سمجھے قبول کر لی ہے، اگر اس کی بات میں کوئی وزن ہوتا تو قوم کے اکابر اس پر ایمان  
 لاتے (سودہ ۲)۔ خدا کو اگر بھیجنا ہوتا تو کوئی فرشتہ بھیجتا (المومنون ۲۴)۔ اگر یہ شخص خدا کا بھیجا ہوا ہوتا  
 تو اس کے پاس خزانے ہوتے، اس کو علم غیب حاصل ہوتا اور یہ فرشتوں کی طرح تمام انسانی حاجات سے  
 بے نیاز ہوتا (سودہ ۲۱)۔ نوح اور اس کے پیروں میں آخر کو کسی کرامت نظر آتی ہے جس کی بنا پر ان کی فضیلت  
 مان لی جائے (سودہ ۳۷)۔ یہ شخص دراصل تم پر اپنی سرداری جمانا چاہتا ہے (المومنون ۲۴)۔ اس شخص پر کسی جن  
 کا سایہ ہے جس نے اسے دیوانہ بنا دیا ہے (المومنون ۲۵)۔ قریب قریب یہی باتیں تھیں جن سے قریش کے سردار  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو بھکاریا کرتے تھے۔

۱۵۷ قوم نوح کے معبودوں میں سے یہاں ان معبودوں کے نام لیے گئے ہیں جنہیں بعد میں اہل عرب  
 نے بھی پوجنا شروع کر دیا تھا اور آغا ز اسلام کے وقت عرب میں جگہ جگہ ان کے مندر بنے ہوئے تھے۔ بعد میں  
 کہ طوفان میں جو لوگ بچ گئے تھے ان کی زبان سے بعد کی نسلوں نے قوم نوح کے قدیم معبودوں کا ذکر سنا ہو گا

## أَصْلُوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَاءً ﴿۱۳﴾

بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور تو بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دے۔

اور جب ازسرنو ان کی اولاد میں جاہلیت پھیلی ہوگی تو انہی معبودوں کے بت بنا کر انہوں نے پھر انہیں پوجنا شروع کر دیا ہوگا۔

وَدُ قَبِيلَهُ قُضَاعَةَ كِ شَاخِ بْنِ كَلْبِ بْنِ وَرْبِرَةَ كَامِعْبُودِ تَقَاجِسِ كَا اسْتَحَانَ اَنَّهُوْنَ نَعْدُ وَرَمَتْهُ اَلْبَجْدَلُ فِيْ اِنَّا رَكَّحَا تَقَا۔ عَرَبِ كَعِ قَدِيْمِ كُنْيَا تِ فِيْ اِسْ كَا نَامُ وُدْمُ اَبِيْ (وَدُّ بَا لُو) لَكَمَا هُوَ اَمْتَلَبُ۔ كَلْبِيْ كَا بِيَانُ هُوَ كَرَا سِ كَا بَتُّ اِيْكَ شَايِنَتْ عَظِيْمُ اَلْبَجْدُ مَرُوْكَ شَكْلُ كَا بِنَا هُوَ تَقَا۔ قَرِيْشِ كَعِ لُوْكَ هِيْ اِسْ كُو مِعْبُودِ مَا نَتَعْتَعُ اَوْرَا سِ كَا نَامُ اِنَّا كَعِ اِنَّا وُدَّ تَقَا۔ اِسِيْ كَعِ نَامُ پَرِنَا تَخِيْخِ فِيْ اِيْكَ شَخْصِ كَا نَامُ عِبْدُ وُدَّ مَلْتَا هُوَ۔

سُوَاعِ قَبِيْلَةُ بَدْرِيْلُ كِي دِيُوِي تَقِيْ اَوْرَا سِ كَا بَتُّ عَوْرَتِ كِي شَكْلُ كَا بِنَا يَا كِيَا تَقَا۔ يَسُوْعُ كَعِ قَرِيْبِ رُ بَا طِ كَعِ مَقَامِ پَرَا سِ كَا مَنْدَرُ وَا تَقَعُ تَقَا۔

يَعُوْثُ قَبِيْلَةُ طِيْ كِي شَاخِ اَنْعَمُ اَوْرُ قَبِيْلَةُ مَدْرَجِ كِي بَعْضِ شَاخُوْنَ كَا مِعْبُودِ تَقَا۔ مَدْرَجُ وَا لُوْا نِيْ فِيْ مِيْنِ اَوْرُ حِجَا زِ كَعِ دَرْمِيَانِ جُرُشِ كَعِ مَقَامِ پَرَا سِ كَا بَتُّ نَصَبِ كَرُ رَكَّحَا تَقَا جِسْ كِي شَكْلُ شَيْبِرِ كِي تَقِيْ۔ قَرِيْشِ كَعِ لُوْكَوْنَ فِيْ سِ هِيْ بَعْضِ كَا نَامُ عِبْدُ يَعُوْثُ مَلْتَا هُوَ۔

يَعُوْقُ مِيْنِ كَعِ عِلَا قَةُ بَهْمَدَانَ فِيْ قَبِيْلَةِ بَهْمَدَانَ كِي شَاخِ شِيْوَانَ كَا مِعْبُودِ تَقَا اَوْرَا سِ كَا بَتُّ كَهُوْرِيْ كِي شَكْلُ كَا تَقَا۔

نَسْرُ جَيْزِ كَعِ عِلَا قَةُ فِيْ قَبِيْلَةِ حَمِيْرِ كِي شَاخِ اَلْ ذُو الْكَلْعِ كَا مِعْبُودِ تَقَا اَوْرُ بَلْخَعِ كَعِ مَقَامِ پَرَا سِ كَا بَتُّ نَصَبِ تَقَا جِسْ كِي شَكْلُ كَهْ هِ كِي تَقِيْ۔ سَبَا كَعِ قَدِيْمِ كَتِيْبُوْنَ فِيْ اِسْ كَا نَامُ نَسُوْرُ لَكَمَا هُوَ اَمْتَلَبُ هُوَ۔ اِسْ كَعِ مَنْدَرُ كُوْ هِ لُوْكَ بَيْتِ نَسُوْرِ، اَوْرَا سِ كَعِ مَجَارِيْوْنَ كُوَا بِلِيْ نَسُوْرِ كَعْتَقَتَعْتَعُ۔ قَدِيْمِ مَنْدَرُوْنَ كَعِ جُوَا ثَارِ عَرَبِ، اَوْرَا سِ كَعِ تَقْصِيْلِ عِلَا قُوْنَ فِيْ سِ پَا ئِيْ جَاتِيْ هِيْ اِنَّا فِيْ سِ سِ مَنْدَرُوْنَ كَعِ دَرُوَا نُوْا نِيْ پَرُ كَهْ هِ كِي تَصْوِيْرِ بِنِيْ هُوْ ثِيْ هُوَ۔

۱۸ جیسا کہ ہم اس سورہ کے دیباچے میں بیان کر چکے ہیں، حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کی بنا پر نہ تھی بلکہ یہ اُس وقت اُن کی زبان سے نکلی تھی جب مدیوں تک تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد وہ اپنی قوم سے پوری طرح مایوس ہو چکے تھے۔ ایسے ہی حالات میں حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے حق میں یہ بددعا کی تھی کہ ”پروردگار ان کے مال غارت کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی ٹہر کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں“ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: ”تمہاری دعا قبول کی گئی“ (یونس، آیات ۸۸-۸۹)۔ حضرت موسیٰ کی طرح حضرت نوح کی یہ بددعا بھی عین منشاء الہی کے مطابق تھی۔ چنانچہ سورہ ہود میں ارشاد ہوا ہے: **وَاَوْحِيَ اِلَيْ نُوْحٍ اِنَّهُ لَكُنْ يُّؤْتِيْنُ مِنْ تَوْبِكَ**

مِمَّا خَطَبْتَهُمْ أُغْرِقُوا فَأَدْخَلُوا نَارًا ۖ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ  
 دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۝۲۵ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ  
 الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ۝۲۶ إِنَّكَ إِنْ تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا  
 يَلِدُوا إِلَّا أَفْجَارًا كٰفَرًا ۝۲۷ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ  
 سَلَّمَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَافِرِينَ ۝۲۸

اپنی خطاؤں کی بنا پر ہی وہ غرق کیے گئے اور آگ میں جھونک دیے گئے، پھر انہوں نے  
 اپنے لیے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ پایا۔ اور نوح نے کہا، ”میرے رب، ان کافروں میں سے  
 کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی  
 نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔ میرے رب، مجھے اور میرے والدین کو اور ہر

إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا يَسْتَسِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۲۸ اور نوح پر وحی کی گئی کہ تیری قوم  
 میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے سوا اب اور کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے، اب ان کے کرتوتوں پر غم  
 کھانا چھوڑ دے۔ (ہود-۳۶)۔

۱۹ یعنی غرق ہونے پر ان کا قصہ تمام نہیں ہو گیا، بلکہ مرنے کے بعد فوراً ہی ان کی روحیں آگ کے  
 عذاب میں مبتلا کر دی گئیں۔ یہ بعینہ وہی معاملہ ہے جو فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ کیا گیا، جیسا کہ سورہ مومن،  
 آیات ۴۵-۴۶ میں بیان کیا گیا ہے (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، المومن، حاشیہ ۱۶۳)۔ یہ  
 آیت بھی ان آیات میں سے ہے جن سے برزخ کا عذاب ثابت ہوتا ہے۔

۲۰ یعنی اپنے جن معبودوں کو وہ اپنا حاجی و مددگار سمجھتے تھے ان میں سے کوئی بھی انہیں بچانے کے  
 لیے نہ آیا۔ یہ گویا تنبیہ تھی اہل کفر کے کہ تم بھی اگر خدا کے عذاب میں مبتلا ہو گئے تو تمہارے یہ معبود، جن پر تم  
 بھروسہ کیے بیٹھے ہو، تمہارے کسی کام نہ آئیں گے۔



وَدَخَلَ بَيْتِي وَمُؤَمِّمًا ۖ وَالْمُؤَمِّمِينَ ۖ وَالْمُؤَمِّمَاتِ ۖ وَلَا تَزِدِ  
الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝۳۸

اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے، اور سب مومن اور مورتوں کو معاہدہ فرماوے، اور ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کرے

